۴۔ حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وفات: ۲۷ صفر ۱۷۰ھ یا ۱۷۶ھ یا ۱۷۷ھ یا ۱۷۸ھ یا ۱۸۶ھ
مدفن: بصرہ

حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ، وہ بھی فضیل بن عیاض کی طرح سے ان کی ابتدائی زندگی کوئی بری بھی نہیں تھی، لیکن کوئی زیادہ سروکار بھی نہیں تھا ان روحانی لائنوں سے۔ عام زندگی بسر کرتے تھے، نیک تھے، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنا قرب کسی کو عطا فرمانا چاہتے ہیں، تو کوئی نہ کوئی سبب بن جاتا ہے جس طرح کہ انہوں نے، فضیل بن عیاض نے سیڑھی لگائی اور اوپر سے آسمان سے آواز سنی اور کایا پلٹ گئی۔

ایسے ہی خواجہ عبدالواحد کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس غلام باندیاں تھیں، تو ایک غلام جو ان کے پاس تھا، اس نے ان کے ساتھ شرط کر رکھی تھی کہ میرے آقا! کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ مجھے آپ رات کو چھٹی دے دیا کریں، دن کو تو میں آپ کی جو خدمت ہے، میں بجالاؤں گا، لیکن رات ہونے سے پہلے پہلے میں آپ کے پاس سے، یہاں سے چلا جاؤں، اور آپ جو مجھے رات جانے کی چھٹی اور اجازت دیں گے، اس کے بدلہ میں میں آپ کو ایک دینار پیش کر دیا کروں گا۔

خواجہ عبدالواحد نے سوچا کہ ہمارا تو کوئی نقصان نہیں ہے۔ وہ اپنے غلاموں سے محنت مزدوری کرواتے تھے، وہ کما کر اپنے مالکوں کو پیش کرتے تھے، تو وہ ایک دینار روز لاتا رہتا تھا۔

مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے

ایک دفعہ کسی نے خواجہ عبدالواحد سے عرض کیا کہ حضرت! یہ اتنے عرصہ سے روز آپ کے پاس ایک دینار لے آتا ہے، آپ نے کبھی یہ سوچا کہ یہ کہاں سے لاتا ہوگا؟ اور ایک دینار ایک غلام کس طرح کما سکتا ہے، روز روز ایک دینار۔ تو کسی کو شبہ ہوا ہوگا، تو انہوں نے ان کے مالک

خواجہ عبدالواحد سے یہ عرض کر دیا، اپنا خیال، اپنا تصور۔ تو ان کو بھی خیال ہوا کہ واقعی اس کی تحقیق تو ہونی چاہیئے۔

ایک دن اپنے معمول کے مطابق شام کو اپنا کام ختم کر کے جیسے وہ غلام جانے لگا، تو خواجہ عبد الواحد ان کے پیچھے پیچھے، گھر سے نکل کر جیسے جیسے وہ چل رہا ہے، آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ اب رات ہوگئی ہے اور وہ ایک قبرستان میں پہنچا۔ وہاں جا کر اس نے نماز کی نیت باندھی اور نماز پڑھتا جا رہا ہے، پڑھتا جا رہا ہے، ساری رات اس نے نماز میں کھڑے کھڑے گزار دی، ساری رات نماز پڑھتا رہا۔ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوا، سحر کے وقت، صبح صادق کے وقت، اس نے ہاتھ اٹھائے، غلام نے اور دعا شروع کی، اپنی جو دعائیں مانگنی تھیں، مانگنے کے بعد پھر وہ کہتا ہے الٰہی! اے میرے حقیقی آقا! میرے مجازی آقا کا دینار بھی تو دے دے۔ اللہ میاں سے مانگتا ہے، اپنے مجازی آقا خواجہ عبدالواحد کو دینے کے لئے دینار۔ میرے حقیقی آقا! میں تجھ سے میرے مجازی آقا کے لئے دینار کا طلبگار ہوں، اس کے لئے دینار دے دے۔

کہتے ہیں جیسے ہی اس کے کلمات ابھی ختم نہیں ہوئے کہ اس کے ہاتھ میں وہ دینار آ گیا اور وہ وہاں سے چل پڑا۔

خواجہ عبدالواحد فرماتے ہیں ایں کہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بخواب؟ یا الٰہی! یہ جو سارا قصہ میں شروع رات سے لے کر آخر رات تک دیکھ رہا ہوں، یہ کوئی بیداری میں سچ مچ دیکھ رہا ہوں، یا کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ حیران ہیں، پریشان، اور توبہ کر رہے ہیں کہ یا اللہ! میں نے اس انسان کو کیا سمجھ رکھا تھا۔ میں تو اس ٹوہ میں اس کے پیچھے چلا تھا کہ کہاں سے چوری کر کے وہ ایک دینار لاتا ہے اور یہ تو براہِ راست، بلا کسی واسطہ کے، آسمان سے گرتا ہے۔

اب انتظار میں کہ سورج نکلے اور میں یہاں سے اپنے گھر واپس جاؤں۔ نکلے، تو غلام تو نکل

کر جاچکا تھا۔اب یہ قبرستان کے دروازہ سے جیسے ہی باہر نکلے،تو دیکھتے ہیں کہ یہ تو کوئی اجنبی جگہ ہے، یہ کونسا علاقہ، میں کہاں آ گیا؟ اب کسی سے پوچھتے ہیں، جہاں خواجہ عبدالواحد کو اپنے گھر، اپنی بستی میں جانا تھا،اس کا نام لیتے ہیں کہ فلاں جگہ مجھے جانا ہے،تو لوگ ہنسنے لگے۔ وہ تو یہاں سے بہت دور ہے۔ پوچھا، کتنے دور ہے؟ کہا کہ ہمیں پتہ بھی نہیں کتنے دور ہے، وہ تو کسی دوسرے ملک میں ہے۔

اب یہ پریشان ہوگئے۔افسوس کررہے ہیں کہ یاالٰہی! میں اب کیا کروں؟ اتنے میں ایک سامنے سے دیکھا کہ کوئی تیز رفتار گھوڑے پر آتا نظر آیا، تیز گھوڑے پر سوار کوئی آرہا ہے۔اس سوار سے پوچھتے ہیں، وہ سوار سلام کرتا ہے، ان سے پوچھتے ہیں کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے،تو وہ بھی ہنسنے لگا۔ کہنے لگا کہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ کتنا دور ہے؟ کہا کہ آپ نے ابھی دیکھا میرا گھوڑا کتنا تیز ڈور رہا تھا؟ کہا، ہاں دیکھا۔ اتنی تیز رفتاری کے ساتھ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر جائیں، تو آپ کے مقام تک پہنچنے میں دو سال لگیں گے۔

پھر دیکھا کہ یہ خواجہ عبدالواحد بہت پریشان ہیں،تو وہ کہنے لگا کہ اب آپ ایسا کیجئے اُس غلام کی تلاش ہے آپ کو،تو یہیں ٹھہرے رہیے، آج دن یہیں گزاریئے، گذشتہ رات کی طرح سے وہ وقت ہوگا، اس وقت وہ غلام یہیں آئے گا، تو اسی کے ساتھ آپ جا سکتے ہیں، اکیلے نہیں جاسکتے۔

خواجہ عبدالواحد کہتے ہیں کہ میں نے سارا دن وہاں گزارا، اور رات ہوئی، وہ غلام اسی طرح آیا۔ اسی طرح کہتے ہیں میری تو ہمت نہیں ہوئی کہ میں اس سے جا کر ملوں۔ وہ آتے ہی اللہ اکبر! کہہ کر اپنی نماز میں مشغول ہوگیا۔

’’ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے‘‘

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ بابِ عمر پر مصروف رہتے تھے، تو وہاں ایک بزرگ حضرت کی صف میں ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، وہ کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لائے تھے اور فرمایا

کہ یہ حضرت شیخ نہ کسی سے کلام، نہ گفتگو، نہ بات، یا صلوۃ وسلام پیش کر رہے ہیں اور اس سے فارغ ہوئے تو اللہ اکبر! کہہ کر نماز کی نیت باندھ لیتے ہیں۔ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند ہے۔''

اسی طرح یہ غلام بھی آتے ہی فوراً اللہ اکبر! ساری رات نماز میں مصروف رہا۔ اسی طرح اس نے آخری کلمات کہے کہ الٰہی! میرے حقیقی مولیٰ! میرے مجازی مولیٰ کے لئے اس کا دینار دے دے۔ دینار آ گیا۔

کہتے ہیں کہ وہ جب وہ فارغ ہو کر چلنے لگا، تو پیچھے مڑ کر جب مجھے دیکھا، تو دونوں دینار میرے حوالے کئے۔ رات ہی جب قصہ ہوا، تو اسی وقت میں نے دل میں نیت کر لی تھی کہ اب میں اس کا آقا کیسے رہ سکتا ہوں؟ یہ میرا آقا ہے، یہ میرا غلام کیسے رہ سکتا ہے؟ دو دینار اس نے میرے حوالے کئے اور ساتھ ہی کہنے لگا کہ اب آپ نے تو مجھے چھوڑنے کی نیت کر رکھی ہے، مجھے آزاد کرنے کا آپ نے تہیہ کر لیا ہے، تو اس کے بدلہ میں نیچے سے کنکر اٹھائے اور چند پتھر مجھے دئے۔

''فاحْثُوا فِی اَفْوَاھِھِم التُّرَاب''

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کے ایک خلیفہ مغرب کی نماز کے بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں، تو عرض کرنے لگے حضرت کچھ عرض کر سکتا ہوں؟

حضرت نے سوچا کہ کچھ کہنا چاہتے ہوں گے، تو حضرت نے فرمایا کہ فرمائیے۔ تو ایک لمبا سانس لیا، پھر وہ اشعار شروع کئے، جیسے عتیقی صاحب جنہوں نے کل جمعہ پڑھایا، میں نے بتایا کہ انہوں نے بیس سال پہلے لمبا قصیدہ لکھ کر دیا تھا، حضرت یوسف ہمارے باکمال۔۔ وہ قصہ میں نے ان کو یاد دلایا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ نے حضرت شیخ کے متعلق جو اشعار بنا کر رکھے تھے، وہ شروع کئے۔ جیسے ہی شروع کئے، حضرت نے فرمایا حافظ جی! مٹی اٹھا! وہاں تو حضرت کے یہاں فرش نیچے اینٹوں کا ہے، جس طرح کہ ہمارے یہاں اس عمارت سے آپ باہر نکلیں گے، فوارہ کے آس پاس جس طرح اینٹیں بچھائی ہوئی ہیں، اس طرح اینٹیں بچھی ہوئی ہیں۔

حضرت نے دوسری دفعہ فرمایا حافظ جی! جلدی اٹھا۔ اور حافظ جی نے ادھر اُدھر سے غبار مٹی اکٹھی کر کے دی۔ حضرت نے تھوڑی سی مٹی حضرت کے ہاتھ میں لی، پھر ان کے منہ پر ماردی۔ فرمایا کہ حدیث میں ہمیں یہ ہی حکم ہے کہ فَاحْثُوْا فِی اَفْوَاهِهِم التُّرَاب، کہ جو تعریف کرے سامنے منہ پر، ان کے منہ پر مٹی مارو۔

غلام نے نیچے سے کنکر اٹھائے، فرمایا کہ آپ مجھے آزاد کر رہے ہیں، تو یہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔ یہ لے کر غلام کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ چلے، اتنے میں تو دیکھا کہ ان کا محلّہ آ گیا چند منٹ میں، جس طرح کہ رات پہنچے تھے اور وہاں آ کر اپنا ہاتھ کھولتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ اوہو ہو! یہ تو ہیرے جواہرات ہیں۔ دنیا میں کوئی اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا، ایسے قیمتی ہیرے جواہرات ہیں۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا ہمیں اتباع نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی عظیم الشان ہستیاں عطا فرمائی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ ان کے مقام مرتبہ کا ہم تصور نہیں کر سکتے، نہ ان کے تقدس کا، نہ ان کے مجاہدوں کا، نہ ان کی عبادت کا۔ اب پھر کہتے ہیں کہ خواجہ عبد الواحد شروع زندگی تو کوئی زیادہ علمی نہیں تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اتنا نوازا کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

آج حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب پڑھی جا رہی تھی عصر کے بعد کہ چالیس تابعین کے

متعلق متواتر روایات ہیں کہ انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اور یہ متواتر کیسے؟

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ساری عمر کا یہ معمول، ساری عمر کا، کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول، عشاء کے وضو سے فجر کی نماز۔ تو اب اتنے بڑے بڑے ائمہ، تو جب ساری رات عبادت اور سارا دن درس و تدریس، تو کھانا کب کھاتے ہوں گے؟ اور یہ جو انہوں نے دستورِ عمل انسانیت کو بنا کر کے دیا، شافعی مذہب، حنفی مذہب، یہ کب بنایا ہوگا، کیسے بنایا ہوگا؟

وقت ربڑ کی طرح

اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہ غلام دو منٹ میں ان کو دو سال کی مسافت پر لے گیا، تو اس طرح یہ وقت بھی ربڑ کی طرح ہے۔ ہمارے لئے بے برکتی، نحوست رہتی ہے، بھاگتے ہیں، دوڑتے ہیں، کام ختم ہی نہیں ہوتا اور ان کے کام میں اتنی برکت کہ وہ پانچ پانچ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں، رات دن میں۔ تو یہ خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا کہ چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی دائمی معمول رہا۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک خادم یہاں اندلس، اسپین سے جاتے ہیں، عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی۔ آپ کے پڑوس سے، اسپین سے، اندلس سے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اوہو ہو! ہزاروں کا مجمع ہے، وہاں تو جو خلفاء ہیں اور ان کے شاہزادے ان کی رسائی نہیں ہو سکتی امام مالک تک۔

کسی طرح پہنچے اور پھر عرض کیا کہ حضرت! میں تو بہت دور سے آیا ہوں، وہاں تو کچھ بھی نہیں ہمارے یہاں، اسپین سے آیا ہوں، اندلس سے، تو میرے لئے اگر کوئی رعایت ہو جائے کہ میں

کچھ حاصل کر کے جاؤں، وہاں دین کی خدمت کرسکوں۔

حضرت نے چوبیس گھنٹے میں سے فرمایا کہ میں رات کی عبادت سے جب فارغ ہوتا ہوں، اس وقت سے لے کر فجر کے فرض کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، اس میں میرے پاس آیا کرو۔

عبدالرحمٰن ابن القاسم مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میرے تو مزے ہو گئے۔ میں اپنا بستر ہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر لگا کر وہاں پڑا رہتا تھا، ساری رات وہ اپنے گھر میں اندر مصروف رہتے تھے اور میں چوکھٹ پر مصروف رہتا۔ ساری رات میں بھی جاگتا تھا۔ کہتے ہیں سترہ برس گزارے۔

اپنا ایک واقعہ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ عجیب قصہ ہو گیا کہ میں چوکھٹ پر پڑا ہوا ہوتا تھا۔ جیسے ہی دروازہ کھلتا کہ میں اندر داخل ہو جاتا، اور جتنی احادیث اتنی دیر میں وہ بیان فرماتے، میں یاد کر لیتا۔

ایک دفعہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت اتنی بوجھل تھی اور اتنا میں تھکا ہوا تھا اور گہری نیند تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دروازہ کھلا، انہوں نے مجھے دیکھا بھی ہوگا، انتظار بھی کیا ہوگا، میرے پاس سے چوکھٹ سے، میرے بستر کے اوپر سے گزر کر گئے بھی ہوں گے، کہتے ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں چلا۔

میری آنکھ اس وقت کھلی جب آپ کی ایک باندی نے مجھے ٹھوکر ماری، پیر سے مجھے کِک مار کر مجھے جگایا کہ ارے تو، تجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ امام مالک تو یہاں سے نکل کر تشریف لے گئے اور پڑا سوتا رہتا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا کہ تجھے معلوم ہے؟ اس نے بتایا کہ پچاس برس امام مالک کو اسی طرح گزر گئے کہ عشاء کے وضو سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھی، اور تو پڑا یہاں سوتا رہتا ہے۔ اس نے جگایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اپنے قرب کو مانگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد، عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی، جوامام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی چوکھٹ پر، دروازہ کے باہر سترہ برس تک پڑے رہے، اور باندی نے اُن کوٹھوکر مار کر، کِک (kick) مار کر جگایا تھا، کہ تم تو سوئے پڑے ہو، اور تمہارے پاس سے اُوپر سے گزر کر کے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے بھی تشریف لے گئے اور تم سوئے پڑے ہو۔ اوران کو، امام مالک کو پچاس برس ہورہے ہیں کہ رات کو کبھی سوئے نہیں، عشاء کے وضو سے اِنہوں نے فجر کی نماز پڑھی ہے۔

الاَرْوَاحُ جُنُوْد مُجَنَّدَة

یہی ابن القاسم مالکی سترہ برس پڑے رہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک عجیب قصہ ہوا، میں وہیں پڑا رہتا تھا، ایک سال حج کے بعد مدینہ طیبہ قافلے آنے شروع ہوئے۔ مصریوں کا قافلہ جب پہنچا، وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سلام مصافحہ کررہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرا نام لے کر، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خدام سے پوچھ رہا ہے کہ ابن القاسم کون ہیں؟ میں نے آواز سنی، تو میں نے جواب دیا کہ میں ہوں ابن القاسم۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے التثام کیا ہوا تھا، منہ لپیٹ رکھا تھا، صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں، پورے چہرے اور سر پر رومال لپیٹا ہوا تھا۔ کان مُلْتَثِمًا، میں نے ان سے کہا کہ بھئی، ذرا پردہ تو ہٹاؤ، میرا نام لے کر تم پوچھتے ہو۔ کہتے ہیں جیسے ہی اس نے اپنا چہرہ کھولا، تو آنکھیں چار ہوئیں اُن کی اور میری، تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان سترہ برس کا ہے۔

کہتے ہیں کہ الارواح جنود مجندة کی طرح سے دیکھ کرکے، میرے دل نے یہ کہا کہ او ہو! یہ تو میری بیوی کو حالتِ حمل میں چھوڑ کر آیا تھا، تو یہ میرا بیٹا ہے۔ اس زمانہ میں فون کہاں تھے؟ ڈاک کہاں تھی؟ تو بیٹا سترہ برس کا ہوگیا، اور جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچتا ہے، تب اس سے ملاقات ہوتی ہے۔

حضرت ہشام ابن عمار

ایک بزرگ ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں، حضرت ہشام ابن عمار، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ میرے والدین بہت غریب تھے، تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا! ساری دنیا پڑھ رہی ہے، تم جوان ہوگئے، ضروری علم تو یہاں مل گیا، مگر تمہیں بزرگوں کے پاس سفر کر کے جانا چاہئے، اور ہم آپ کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے ہمارے رہنے کا جو گھر تھا وہ بیچ دیا۔

جیسے روز قصے سنتے رہتے ہیں پاکستان کے، ہندوستان کے، کہ روزی کمانے کے لئے دوسرے ملکوں میں بھیجنے کے لئے بیچارے اپنی زمینیں، جائیداد بیچ کر بھیجتے ہیں، پھر پتہ چلتا ہے کہ ایجنٹ کوئی دھوکہ باز تھا۔ نسلوں کی پونجی ختم ہو جاتی ہے۔

ان کے ابّا نے، ہشام ابن عمار کے ابّا نے بھی اپنا گھر بیچ دیا اور فرمایا کہ بیٹا! تم ایسا کرو کہ یہ مکان کی قیمت ہے۔ تم جاؤ حج پر، سفر کرو، حج بھی ہو جائے گا تمہارا اور وہاں تم اپنی علمی لائن شروع کرو۔ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے پہنچا، میں نے حج کیا، اور حج سے فارغ ہو کر کے میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں

میں ابھی نوعمر تھا، بچہ تھا، میں مدینہ طیبہ پہنچا۔ امام ملک رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ کیا، جب ان کے درِ دولت پر حاضر ہوا، تو میں دیکھتا ہوں کہ شاہانہ ٹھاٹھ ہے، پہرہ دار کھڑے ہوئے ہیں، خدام با ادب کھڑے ہوئے ہیں، ایک مکمل انتظام ہے۔ جیسے جیسے جن کو بلایا جاتا ہے، وہ حاضر ہوتے ہیں، اُن کا مدعیٰ، اُن کی طلب، درخواست سنی جاتی ہے۔ کسی کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دعا دے رہے ہیں، کسی کو احادیث سنا رہے ہیں۔

کہتے ہیں میں بھی کھڑا ہوگیا، اب اتنے بڑے بڑے محدثین کے زمرہ میں اور حکام اور سلاطین کے شہزادے، وہاں اُن کی کوئی پوچھ نہیں تھی، تو مجھے کون پوچھتا؟

کہتے ہیں کہ میں منت کرتا رہا، جب اخیر میں سب مہمانوں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہوگئے، تو میں نے مزید اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دو، تو خدام نے مجھے جانے کی اجازت دی۔ میں امام مالک رحمۃ اللہ کی خدمت میں پہنچا، میں نے سلام عرض کیا، کہتے ہیں کہ ان کی ہیبت اور ان کا رعب اور جلال اس قدر تھا کہ کہتے ہیں کہ میرے تو اوسان خطا ہو رہے تھے، میں بچہ نو وارد اور یہ ٹھاٹھ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ترکہ

اس دن میں نے عرض کیا تھا کہ ہمیں تو اپنے بناؤ سنگار، دستار، جبہ سے فرصت نہیں ہوتی، تو جو اس کے شوقین ہوتے ہیں، ان کے پاس بھی ان کے دلائل ہیں۔ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نہایت قیمتی لباس پہنتے تھے۔ اور لباس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ کتنی وسعت کہ جب امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا ہے، اور آپ نے ترکہ چھوڑا ہے، تو جو کپڑے آپ کے استعمال میں تھے، وہ چھوڑے ہیں، تو ایک سو عمامے چھوڑے تھے، کتنے عمامے؟ ایک سو۔ اب کتنی نزاکت ہوگی۔

اور آگے سنئے، جوتوں کے متعلق آپ کیا اندازہ لگائیں گے؟ کتنے چھوڑے ہوں گے جب عمامے سو تھے۔ فرماتے ہیں کہ پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے ہیں۔ خود مالکیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے، اور وہ بھی نہایت معتبر کتاب ہے، قاضی عیاض مالکی کی ترتیب المدارک، تو میں نے کہا کہ بالکل سچ ہے یہ۔ ایک ذرہ برابر بھی، کوئی اس میں رتی برابر بھی، گننے میں بھی اُن کو کوئی غلطی نہیں ہوئی ہوگی۔

ہمارے بیرسٹر صاحب مرحوم

اس لئے کہ ہمارے بیرسٹر (barrister) صاحب مرحوم، بہت سوں نے اُن کو دیکھا ہوگا، جس طرح وہ بالکل سمارٹ (smart) رہتے تھے، ہر وقت سوٹ، ٹائی (tie،suit)، ایک قسم کا، وہ جوان کی خاص قسم کی اُونی ٹوپی انگریز پہنتے ہیں، تو وہ بھی اسی سوٹ سے جو ملتی ہوتی تھی، ٹوپی بھی، ٹائی بھی ایک جیسی، جوتے بھی جو کپڑوں سے میل کھاتے ہوں۔

اُن کا جب انتقال ہوگیا، تو میں نے ان کے متعلق مصلیوں کے مجمع سے کہا کہ بیرسٹر صاحب، ان کی ظاہری شکل وصورت، وضع قطع الگ تھی، جس طرح اولیاء اللہ کھانا، پینا، لباس چھوڑ کر اپنے آپ کو اس طرح فنا کر دیتے ہیں کہ کوئی سمجھے کہ یہ تو راستہ چلتا کوئی فقیر، سائل، مانگنے والا ہوگا، تو جس طرح اُنہوں نے اپنے آپ کو ترک کر کے فنا کیا تھا، تو بیرسٹر صاحب نے اپنے اسمارٹ رہنے میں اپنے آپ کو چھپایا ہوا تھا۔

اور کتنے بڑے بیرسٹر؟ کہ ایک دفعہ نام آیا کہ جو یہاں کی اپیل کورٹ ہوتی ہے، اس میں فلاں نام۔ تو فوراً کہنے لگے کہ ان کے ساتھ میرا اتنی دفعہ مقدمات میں مقابلہ ہوا ہے، وہاں Pretoria کی کورٹ میں۔ واقعی اُن کا یہی حال ساری زندگی رہا۔ زبردست ماہرِ قانون بیرسٹر تھے۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

میں نے قبرستان میں جنازہ پر کہا کہ اُنہیں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت تھی اور اُس کا پتہ تب چلتا تھا کہ جب وہ موازنہ کرتے تھے کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب میں فلاں جگہ اس طرح لکھتے ہیں۔ یہی مضمون امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے۔

کہتے ہیں میں حیران ہوں کہ صدیاں بیچ میں ہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ میں

کتنا فرق؟ کتنا فاصلہ؟ صدیوں کا، لیکن وہ مٹیریل بھی وہی، اُن ہی کے یہ الفاظ ہیں، کہ مٹیریل بھی ایک ہی، اور کہتے ہیں زبان ایک جیسی، اور اس میں جو تاثیر اور چاشنی وہ بھی بالکل ایک جیسی، کہتے ہیں اس پر میں حیران ہوں۔ تو کتنے غور سے انہوں نے ان سب کو دیکھا ہوگا، پڑھا ہوگا۔

بیرسٹر صاحب کا مکان

ہم ان سے بار بار کہتے تھے کہ آپ تنہائی میں بیمار بھی رہتے ہوں گے، ضرورت بھی رہتی ہوگی، کبھی بتاتے نہیں تھے وہ کہاں رہتے تھے، گھر پر کبھی نہیں لے گئے۔ ہم جب بلاتے تھے، گاڑی بھیجتے، آجاتے تھے۔ اور کہتے تھے میرے یہاں بیٹھنے کی جگہ نہیں۔ تو ہم سمجھتے تھے کہ پتہ نہیں کیوں؟ گھر مکان بتاتے نہیں۔

لیکن جب اُن کا انتقال ہوا، اور اُن کے گھر کو دیکھا، تو میرے ابا جان مجھے یاد آ گئے، کہ جو سولہ برس تک ایک گھر میں محبوس رہے، اس گھر کا جو حال تھا، بالکل وہی حال بیرسٹر صاحب کے مکان کا تھا۔ آپ اس میں دومنٹ کے لئے کھڑے نہیں ہو سکتے، صفائی وغیرہ کا سوال نہیں، آپ قدم کہاں رکھیں، اس کو دس دفعہ سوچنا پڑے گا۔

بچے جو کھیلتے ہیں ان کی گڑیا کے لئے جو چیر کرسی ہوتی ہے، بچوں کی گڑیا کی پلیسٹک کی، تو وہ چیر اُن کے بیٹھنے کی تھی، ایک لمبی اُن کی کہانی ہے، بڑی زبردست۔ اس طرح انہوں نے اپنے کو فنا کر رکھا تھا۔

ایک ایک چیز میں نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو بتائی۔ میں نے کہا دیکھئے، ان کی ڈاڑھی نہیں تھی، تو اُن کو روز شیو (shave) کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہوگی، تو یہ حمام کا حال دیکھئے۔ حمام میں آپ کھڑے نہیں ہو سکتے، آپ کو کہا جائے دیکھنے کے لئے، تو آپ ذرا سا دور سے دیکھ کر کے مڑ جائیں گے۔ حالانکہ دولت کا یہ حال تھا کہ ہر قدم پر وہ پیپر (paper) پڑے ہوئے تھے کہ آپ کے شیرز (shares) کے اتنے پیسے، یہ اس کا چیک (cheque) ہے،

جہاں کہیں دیکھو، پیپرز، چیکس بکھرے پڑے تھے، میرے خیال میں ہزاروں پاونڈ ہوں گے۔

خیر، میں تو ہمارے اکابر کے حالات بیان کر رہا ہوں، تو بیرسٹر صاحب کے متعلق سنایا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مناسبت سے کہ حضرتِ امامِ مالک رحمۃ اللہ کے ایک سو عمامے، پانچ سو جوتے، تو بیرسٹر صاحب کے سوٹ کئی سو تھے، ایک ایک سوٹ بڑا قیمتی۔ وہ مجھے تو نہیں معلوم تھا، مگر جو ساتھی دیکھتے تھے، کہنے لگے کہ یہ تو کم ازکم، یہ ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے، یہ دو ہزار پاونڈ سے کم کا نہیں ہے۔ اس کے کمپنی کے نام وغیرہ دیکھ کر کے اندازہ لگاتے تھے، اور اُن کی ٹائی، وہ سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اونی ٹوپیاں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں، اور اُس میں سے کم ازکم، دو سو سوٹ اور کوئی ڈھائی سو جوڑی جوتے اُن کے ہم نے گاؤں بھیجے، اور جو بہت زیادہ ہیوی (heavy) قسم کے تھے، وہ یہاں چھوڑ دئے۔

اب کتنے شوقین کسی زمانہ میں رہے ہوں گے کہ جب یہ چیزیں، ڈھائی سو جوڑی جوتیاں بیرسٹر صاحب نے چھوڑی۔ امام مالک رحمۃ اللہ نے پانچ سو جوڑی جوتے چھوڑے۔

زِدْنِی مِنَ الضَّرْبِ

یہ ہشام ابن عمار فرماتے ہیں کہ جب میں پہنچا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رعب اور جلال دیکھا اور وہ بچہ سمجھ کر مجھے ویسے بھی جانے نہیں دے رہے تھے اور مشکل سے میں پہنچا اور جب نظریں چار ہوئی، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ، کیا مدعیٰ؟

وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرح مسائل پوچھتے ہیں، تو میں نے دو چار مسئلے گنوا دئے، مثلاً وضو کا کیا حکم ہے، فلاں نماز کا کیا؟ چند مسئلے گنوا دئے۔ تو اب وہ سب بڑے بڑے محدثین، وہ مسکرا رہے ہیں کہ بیچارا کوئی نو وارد حاجی لڑکا پھنس گیا ہے۔ پھر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جلدی جلدی جواب دے دیا۔ پھر اخیر میں جب انہوں نے پوچھا کہ اچھا اور؟ میں نے کہا اور کوئی سوال تو نہیں ہے، مگر مجھے حدیث سنایئے۔

حدیث میں دونوں طریقے ہیں کہ شاگرد پڑھتا ہے، استاذ سن کر اجازت دیتا ہے۔ کبھی استاذ پڑھتے ہیں اور شاگرد سن کر اجازت لیتے ہیں۔ تو انہوں نے جب یہ عرض کیا کہ مجھے حدیث سنائیے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا، تم شروع کرو پڑھنا۔ تو اب میں تو کوئی زیادہ پڑھا ہوا بھی نہیں تھا اور جو کچھ پڑھا تھا، وہ بھی اس مجمع کی وجہ سے اور اس ہیئت کی وجہ سے میرے اوسان خطا ہو رہے تھے، تو میں نے کہا حَدِّثْنِي انت ۔ اب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کون یہ حکم دے سکتا ہے کہ آپ حدیث پڑھیں، میں سنوں۔

کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے از راہِ شفقت پھر ایک دفعہ مزید فرمایا کہ نہیں، آپ پڑھو! تو میں نے اور جب زیادہ زور سے پھر دوبارہ دہرایا کہ حدثنی انت کہ آپ مجھے حدیث سنائیے، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اپنے غلام سے کہ اَمسِکہ اس کو پکڑ کر لے جاؤ اور ادِّبہُ بِدُرَّۃِ المُعَلِّمِین، کہتے ہیں کہ اس کی ذرا تأدیب کرو اور اس کو ادب سکھاؤ، لیکن وہ معلمین والے انداز سے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تو شفقت سے فرمایا تھا کہ معلمین جس طرح مارتے نہیں ہیں، شور زیادہ کرتے ہیں اس طرح ان کی تادیب کرو۔

کہتے ہیں مجھے وہاں لے جا کر جیسے ہی انہوں نے مجھے پکڑا، تو میں چلّانے لگا، زور زور سے چلّا رہا ہوں، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو ترس آ گیا۔ فرمایا کہ لاؤ بھئی اس کو۔ ارے بھئی، کیا ہوا؟ اب یہ کہتے ہیں مجھے مارا اور میں لا اَجعَلُکَ فی حِلّ، میں آپ کو معاف نہیں کروں گا۔ اب وہ کیا پھنسا ہوا تھا، اس نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو پھنسا دیا۔

اب جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سنا کہ اس نے تو دعوی کر دیا کہ میری تأدیب کی گئی، مجھے مارا گیا اور میں معاف نہیں کروں گا، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پھر اس کا کیا کفارہ؟ بتاؤ، ہر چیز کا ہو سکتا ہے کفارہ۔ اس نے کہا جتنی مجھے مار پڑی ہے، اتنی حدیثیں سناؤ۔ پوچھا کتنی؟ تو انہوں نے کہا جیسا کہ روایت میں لکھا ہے کہ بیس یا تیس روایت کا مطالبہ کر دیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے چلے گئے، ایک، دو۔۔۔ جب پوری ہوئی، تو اس کے بعد

ارشاد فرمایا بس، اب تو معاف کر دیا تم نے؟ تو اب یہ کیا فرماتے ہیں نو وارد ہشام ابن عمار امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اور مجمع سے کہ زِدْنِی مِنَ الضَّرْب، فرماتے ہیں کہ مجھے اور ذرا پٹوا یئے تا کہ میں اور حدیثیں آپ سے سن سکوں۔

اللہ تعالی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو کتنا نوازا تھا اور یہ اللہ کے بندوں نے کس طرح علم حاصل کیا، کہاں کہاں سے دور دور سے سفر کر کے آتے تھے۔ ابا جان نے مکان بیچا اور بھیجا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اور اللہ تعالی نے اس تأ دیب کی برکت سے اور یہ جو بسم اللہ ہوئی اس کی برکت سے کہاں تک پہنچایا؟ کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں یہ ہشام بن عمار۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ استاذ بنے۔

ابن فروخ قیروانی

ایک ہیں ابن فروخ قیروانی۔ قیروان افریقہ کا بڑا زبردست عظیم الشان، ایک تہذیب وتمدن کا مرکز رہا ہے، تو وہاں کے تھے ابن فروخ۔ وہ سفر کر کے عراق پہنچے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پہنچے، سلیمان الاعمش کی خدمت میں بھی پہنچے۔

جب حضرت سلیمان الاعمش کے یہاں حاضر ہوئے حدیث سننے کے لئے، تو ان کو بتایا گیا کہ یہاں تو استاذ اپنے شاگردوں سے ناراض ہو گئے ہیں اور انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ اب سے سبق بند۔ تمام اسباق اور سب کچھ بند ہے۔ حضرت اعمش کسی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے۔

ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سوں کے سامنے اپنا رونا رویا کہ میں بہت دور سے افریقہ سے یہاں آیا ہوں حدیث سننے کے لئے۔ اب میں کیا کروں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ سب پڑے ہوئے ہیں، یہاں کے بھی، باہر کے بھی، انہوں نے تو اپنا درس موقوف کر رکھا ہے۔ کیا کیا جائے؟

کہتے ہیں کہ میں بھی جا کر جس طرح یہ ابن قاسم پڑے رہتے تھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی

چوکھٹ پر، کہتے ہیں کہ میں حضرت اعمش کی چوکھٹ پر جا کر پڑ گیا۔ ایک آدھ دفعہ کوشش کی تو مجھے کہہ دیا گیا کہ سبق بند ہے، جاؤ۔ میں واپس آ گیا۔ پھر میں نے سوچا کہ نہیں، میں یہاں سے ٹلوں گا نہیں جب تک خود براہِ راست ان سے بات نہ کروں اور ان سے درخواست نہ کروں۔

کہتے ہیں میں ایک مرتبہ ان کے دروازے پر جا کر پڑ گیا۔ تو سب دیکھتے تھے کہ یہ تو روز آتا ہے، کوئی دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ان کی جو باندی تھی اس نے دروازہ کھولا اور مجھ پر برسنا شروع کیا۔ ناراض ہوئی کہ اتنی دفعہ تمہیں منع کیا کہ یہ درس سب کے لئے بند ہے اور یہ اعمش اپنے گھر سے نکلتے نہیں ہیں، تو آپ اتنا نہیں سمجھ سکتے ہیں؟

فرماتے ہیں کہ میں نے رونا شروع کیا، روتا رہا اور میں نے کہا کہ میں تو بہت دور سے افریقہ سے آیا ہوا ہوں۔ تو وہ جو باندی تھی وہ بھی افریقاً تھی، افریقہ سے تھی، امام اعمش کی باندی۔ وہ پوچھتی ہے کہ آپ افریقہ سے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں افریقہ سے ہوں۔ کہا، کہاں سے افریقہ؟ میں نے کہا، قیروان سے ہوں۔ او! تو وہ باندی اعمش کی پوچھتی ہے، ابن فروخ سے، کہ تم قیروان میں کس جگہ رہتے ہو؟ تو انہوں نے علاقہ بتایا کہ میں قیروان میں فلاں جگہ پر رہتا تھا۔ وہ پوچھنے لگی کہ انتَ تعْرِف دَار ابن فروخ؟ کہ تم فروخ کے قبیلہ کو، اس خاندان کو جانتے ہو؟ تو میں نے اس سے کہا کہ انا ابن فروخ۔

فوراً وہ غور سے مجھے دیکھنے لگی اور چلائی زور سے اپنے آقا کو، اعمش کو، اور بھاگی ہوئی اندر گئی اور حضرت اعمش سے جا کر کہتی ہے کہ حضرت! دیکھو باہر کون آیا ہے؟ میں جب سے آپ کے یہاں آئی ہوں، تو میں اپنے پرانے سب سے پہلے آقا جن کی میں باندی تھی، اور انہوں نے مجھے بیچ دیا تھا آگے، تو میں ان کا ہمیشہ تذکرہ کرتی رہتی تھی، ابن فروخ کا، وہ دروازے پر پڑے ہوئے ہیں۔

کہتے ہیں اعمش مجھے اندر گھر میں لے گئے اور اس کے بعد پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے درس تو موقوف کر رکھا ہے، مگر تمہارا تو سفارشی زبردست ہے، تمہاری باندی، اس کی وجہ سے

مجھے اب تمہیں پڑھانا پڑے گا۔ابن فروخ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعمش کے گھر کے سامنے ایک مکان کرایہ پر لیا اور میں پڑھنے لگا۔درس موقوف تھا،اس لئے ساری دنیا حیران تھی کہ یہ کیا ہوگیا؟ ایک افریقی طالبِ علم،اس کو اعمش اتنی توجہ سے پڑھا رہے ہیں۔اس طرح میں نے حضرت اعمش سے پڑھا۔

دس ہزار مسائل اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اسی سفر میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔اور ابن فروخ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم سے اس سفر میں میں نے دس ہزار مسائل حاصل کئے۔اللہ تعالیٰ ان اکابرین کی قدر دانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے،ہماری نسلوں میں علم اور عمل کو باقی رکھے،یہ مبارک رات ہے،مبارک رات میں اصل تو دعا ہے،سب سے اہم چیز دعا ہے۔